مقام جامع صحیح بخاری

از

مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

اپریل، مئی 1956ء

مقام جامع صحیح بخاری

(از مولٰنا عبدالرؤف صاحب رحمانی)

"فتنۂ انکارِ حدیث" اِس زمانہ کی وہ پُرفتن تحریک ہے، جس نے سیکڑوں، ہزاروں بندگانِ خدا کو خدا کا باغی، رسول کا منکر، اور حدیث کا دشمن بنا دیا ہے، بلاشبہ ایک پُرآشوب دور ہندوستان میں وہ گذر چُکا ہے کہ جسمیں مرزائیت کی تحریک پھیل رہی تھی اور نادان بندگانِ خدا اس دجل و فریب کا شکار ہو کر متاعِ دین و ایمان برباد کر رہے تھے لیکن علماءِ اسلام نے فتنۂ مرزائیت کا سر کُچلا، اور حضرت مولٰنا ثناءاللہ صاحب امرتسری مرحوم و مغفور نے اُس کو موت کے گھاٹ اُتار کر دم لیا جس کے اثر سے اس کا وہ زور شور اور سارا فروغ ختم ہو گیا، اور اسی طرح حضرت مولٰنا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے اپنی علمی و عملی تمام قوتیں اس فتنۂ عمیاء کے خاتمہ کے لئے صَرف فرمائیں فرحمھما اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً کاملۃً۔

آج فتنۂ انکارِ حدیث کی یہ تحریک مسلمانوں کو خدا، اور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے راستہ سے ہٹانے پر بڑی سرگرمی دکھا رہی ہے، اخبار پر اخبار، پرچہ پر پرچہ، اشتہار پر اشتہار، رسالہ پر رسالہ اور بڑی بڑی ضخامت کی کتابیں لکھ کر "روشن خیال" آزاد طبع، کم تعلیم یافتہ انسانوں کے گروہ در گروہ کو اپنے ہم نوا و ہم خیال بنایا جا رہا ہے۔ اِس لئے کل کی طرح آج بھی اس کی ضرورت تھی کہ اس فتنۂ عظیمہ کے انسداد کے لئے علماءِ اسلام بروقت پُوری توجہ اور مستعدی مبذول فرماتے۔

بہرحال اب منکرینِ حدیث کے لٹریچر، اخبار، رسالے، مقالے، کتابیں، اپنی پُوری زہر فشانیوں کے ساتھ مُلک کے طول و عرض میں اس قدر وسعت سے پھیل گئیں کہ اسلام کے پُرانے معتقدین بھی ذہنی خلجان کے اعتبار سے "حدیث" کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے اور نوجوان آزاد خیال، آزاد طبع لوگوں نے اس زہریلی فضاء سے متأثر ہو کر "احادیث" کی بیخ کنی اور استیصال پر پُوری طرح سے تیاری کر لی۔ شعائرِ اسلام، تعلیماتِ اسلام، حدیث نماز، زکوٰۃ وغیرہ تمامی دینی اُمور کا بُری طرح سے مذاق اُڑایا گیا۔

حدیثِ رسول صلعم کے خلاف یہ آوازہ کسا گیا کہ رسول اللہ نے احادیث کا کوئی مجموعہ امت کو نہیں دیا، اگر احادیث دین کا جُز ہوتیں تو کیا رسول اللہ (صلعم) دین کے اس حصہ کو مستند طور پر مرتب کر کے اُمت کو نہ دے جاتے۔ (سلیم کے نام صـــ۷۲ از پرویز)

ظاہر ہے کہ حدیث سے کہیں بڑھ کر یہ سوال خود قرآن پر عائد ہوتا ہے، رسول کریم خود قرآن مجید کو اس طرح مدوّن و مرتب کر کے کب اُمت کے ہاتھ میں دے گئے تھے؟ علاوہ اس کے یہ بجائے خود غلط بات ہے کہ احادیث کے مجموعے عہدِ نبوی میں صحابہ کے پاس نہ تھے تفصیل کے لئے "حدیث نمبر" کا انتظار کیجئے۔

زکوٰۃ پر اس طرح طعنہ دیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کیا ہے یہ ایک مولوی ٹیکس ہے اور مسلمان جیسی مفلس قوم کو مفلوک تر بنانے کا ذریعہ۔ (قرآنی فیصلے صـــ۳۶)

ایک اور مذاق اُڑایا گیا، یہ حکم کہ اٰتوا الزکوٰۃ (زکوٰۃ دو)،

قرآن میں اور یہ حکم کہ زکوٰۃ بشرح ڈھائی فی صدی دو، قرآن سے باہر کیا قرآن میں ڈھائی فی صدی کے الفاظ لانے سے ضخامت بڑھ جانے کا اندیشہ تھا۔ (سلیم کے نام ص ۲۷)

ان عقلی تک بندی کرنے والوں سے اس پر بھی سوال ہے کہ کیا قرآن میں رکعات نماز کی تفصیل، اوقاتِ نماز کی تصریح، اذکار و ارکانِ صلوٰۃ کی ترتیب نہیں درج ہو سکتی تھی۔ آخر وہ کیوں درج قرآن نہ ہوئیں۔ پس جہاں ان جیسے مسائل میں ضخامتِ قرآن بڑھ جانے کا طنز برداشت کیا جا سکتا ہے نصاب زکوٰۃ میں بھی سہی؟ کیا پرویز کا تو یہ معلوم نہیں کہ زکوٰۃ کی تفصیلات صرف ڈھائی فی صدی کے اضافہ پر ختم نہیں ہوئیں غلہ اور اس کے بارانی وغیر بارانی ہونے پر ادا عشر میں تفریق، اونٹ، گائے، بکری وغیرہ کے زکوٰۃ کی الگ الگ تفصیل، چاندی، سونے، نقود کے زکوٰۃ کی حد، اور تشریح۔ غرض کتاب الزکوٰۃ کے جمیع متعلقہ مسائل کی تعلیم ظاہر ہے کہ ڈھائی فی صدی کے اضافہ کے اندر نہیں آ سکتی تھی جس پر کہ طنز یہ فقرہ لکھ رہے ہیں۔

یہ کتنی عجیب بات ہے، کہ قرآن پہونچانے والے کا ہر قرآنی لفظ تو حرف بحرف صحیح تسلیم کیا جاتا ہے لیکن خود اسی قرآن پہونچانے والے کے منصب رسالت و تعلیم کتاب و حکمت اور اس کی تشریح و توضیح کو تسلیم کرنے سے گریز کیا جاتا ہے، یہ کس قدر پُر تضاد خیال اور عقل و فہم کے لئے کتنی موجب حیرت بات ہے کہ الفاظ قرآنی کی نقل و روایت تک تو حضور صلعم سچے ہوں لیکن ان کے مطالب کے بیان اور تفصیل و توضیح کے معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ سلم ناقابلِ اطمینان ہوں۔

مختصر یہ کہ منکرین حدیث نے ہر طرح سے دجل و فریب پھیلایا اور حدیثوں کی شرعی حیثیت اور رسول اکرمؐ کی اطاعت کا بڑی دلیری اور عیاری و مکاری سے انکار کیا۔ فتنۂ انکار کے اس پُر آشوب دور میں مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی ایک تقریر جیل سے آزادی و رہائی کے معاً بعد ایسی ہوئی جس سے منکرین حدیث کو بڑی تقویت پہونچی اور صحاح ستہ اور صحیحین (بخاری و مسلم) کے بارہ میں ان کے خیالات کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ منکرین حدیث تو یہ بھی احادیث کی صحت کو مشکوک و مشتبہ ناقابل اطمینان بتلاتے ہیں اور ان کو بزعم خود دو سو، تین سو صدی کے بعد کی تصنیف و تدوین سمجھ کر ناقابل اعتبار ٹھیراتے ہیں اور مولانا مودودی صاحب کے نزدیک بھی صحاح ستہ بلکہ جامع صحیح بخاری کی صحت بھی مستند و قابل اعتبار نہیں۔

پس ان حالات و مقتضیات کی موجودگی میں بڑی ضرورت تھی کہ فتنۂ انکار حدیث کے خلاف علمی و تاریخی مواد کے ساتھ تحقیقی مضامین و معلومات کی اشاعت کا ایک وسیع ترین سلسلہ قائم رکھا جاتا تاکہ ترکی بہ ترکی جواب ہو، اور لکل فرعون موسیٰ کی نقل صادق آئے اور نادان مسلمانوں کی جماعت، اور روشن خیال لوگوں کا گروہ اس گمراہی اور دجل و فریب کے دلدل سے باہر نکل کر اطاعتِ خدا اور اطاعتِ رسول پر قائم رہ سکے۔

جامع صحیح بخاریؒ قاعدہ ہے کہ کسی معاملہ میں پہلے مدعی کا بیان ہوتا ہے پھر گواہوں (شاہدین عادلین) کا، اِس لئے ہم اپنے اس مضمون کی ابتدا امام بخاریؒ کے دعویٰ صحت سے متعلق پہلے اُنہیں کا بیان نقل کرتے ہیں، پس سُنئے:۔

(۱) امام بخاریؒ فرماتے ہیں:۔

"مَا اَدْخَلْتُ فِیْ کِتَابِ الْجَامِعِ اِلَّا مَا صَحَّ"

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۔)

"یعنی میں نے اپنی کتاب جامع میں صحیح حدیثوں کو داخل کیا ہے"۔ چنانچہ چھ لاکھ حدیثوں میں صرف سات ہزار دو سو پچھتر حدیثوں کو منتخب فرما کر جامع صحیح میں شامل کیا۔

امام بخاری کا بیان ہے:۔

(۲) "خرجت کتاب الصحیح من زھاء ستمأۃ الف حدیث وجعلتہ حجۃ بینی وبین اللہ"
(مقدمہ بخاری ص۴۸۹)

"یعنی میں نے اپنی جامع کو تقریباً چھ لاکھ حدیثوں سے صحیح حدیث کو منتخب کر کے طیار کیا ہے اور اپنے اور اللہ عزّ وجل کے درمیان اِس کو حجت قرار دیا ہے" اب کسی کو اس عذر کا موقع نہیں کہ مخلوط حدیثوں پر عمل کس طرح ہو کیوں کہ یہ صرف صحیح احادیث کا مجموعہ ہے اُن چھ لاکھ احادیث میں سے امام بخاریؒ کو تو ایک لاکھ صرف صحیح احادیث یاد تھیں۔ چنانچہ حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں کہ محمد بن حمدویہ کا بیان ہے کہ میں نے امام بخاریؒ سے سُنا، ؎

(۳) اُنہوں نے کہا، "اَحْفَظُ مائۃَ الف حدیث صحیح" (مقدمہ ابن الصلاح ومقدمہ بخاری)

جب امام بخاریؒ کو ایک لاکھ صرف صحیح حدیثیں یاد تھیں پھر اُس میں سے بھی انتخاب کر کے صرف چار ہزار حدیثیں اپنی جامع صحیح میں رکھیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ غایت درجہ کی اصح ہوں گی۔

حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے:۔

"وجملۃ ما فی کتابہ الصحیح سبعۃ الاف ومائتان وخمسۃ وسبعون حدیثا بالاحادیث المکررۃ وقد قیل انھا باسقاط المکررۃ اربعۃ الاف حدیث" (ارشاد الساری فصل اوّل)

یعنی مکررات کے حذف کے بعد چار ہزار حدیثیں جامع صحیح میں رہ جاتی ہیں۔

اگر اِس اہتمام اور جمع احادیث صحیحہ کے باوجود، منکرین حدیث یا مولنا مودودی کو شبہ ہو کہ صحت کے ساتھ جمع احادیث قدرت بشری سے باہر ہے، تو جمع قرآن کا کام جسے خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انجام دلایا وہ بھی قوت بشری سے باہر ہوگا کیوں کہ وہ بشر تھے اور معصوم تو تھے نہیں؟ بس چلئے اسلام کی عمارت جو کتاب اور سنت کے دو ستونوں پر قائم تھی، ان دونوں کے منہدم کر دینے سے خود بخود منہدم ہو گئی۔ اب حدیث کے ساتھ ہی قرآن سے بھی رُخصت مل گئی۔ ع

"بریں عقل و دانش بباید گریست؟"

بے شک امام بخاریؒ معصوم نہ تھے لیکن جس شخص نے ایک لاکھ صحیح حدیثوں میں سے صرف چار ہزار حدیثوں کا سولہ برس میں انتخاب کیا ہو، جیسا کہ محدثین نے لکھا ہے،

"فانہ قد بقی فی تصنیفہ ست عشرۃ سنۃ" (مقدمہ بخاری)

اور اس طرح گویا ایک ایک حدیث کو ڈیڑھ ڈیڑھ دن تک جانچا پرکھا، استخارہ کیا ہو، تب اپنی جامع صحیح میں رکھا ہو تو پھر اس سے زیادہ طاقت بشری اور کیا ہے؟ اور تنقید اور تحقیق روایت کے لئے اِس سے زیادہ عمدہ التزام اور کیا ہو سکتا ہے؟

(۴) امام بخاریؒ ان مساعی جمیلہ کا اِس طرح ذکر فرماتے ہیں:۔

"صنفت کتابی الجامع فی المسجد الحرام وما ادخلت فیہ حدیثا حتی استخرت اللہ تعالیٰ وصلیت رکعتین وتیقنتُ صحتہٗ" (مقدمہ بخاری و مقدمہ فتح الباری)

یعنی امام بخاریؒ نے جامع کی تحریر و تسوید کے بعد مستقل تصنیف کی شکل دینے کے وقت مسودہ پر مسجدِ حرام میں نظر ثانی کی، فرماتے ہیں کہ ہر ایک حدیث کو جامع صحیح میں رکھتے وقت میں نے تازہ غسل کیا، اور دو دو رکعت نفل پڑھی، اور اسی طرح ہر ہر حدیث پر استخارہ کرنے کے بعد ایک حدیث کو جامع صحیح میں شامل کیا، جبکہ مجھے اس کی صحت کا یقین کامل حاصل ہو گیا۔ چنانچہ امام الائمہ امام بخاریؒ کے شرائط والتزامات صحت ہی کے سبب صحیح بخاری کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے:۔

"قدم صحیح البخاری علیٰ غیرہ من الکتب المصنفۃ ثم صحیح مسلم"۔ (شرح نخبہ)

یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں پر صحت ہی کی وجہ سے مقدم ہے اس کے بعد صحیح مسلم کا درجہ ہے۔

اِسی طرح امام الناقدین امام نسائی فرماتے ہیں :۔

"وَاَجْوَدُ ھٰذِہ الکتب کتب البخاری" (مقدمہ بخاری)

کہ تمام حدیث کی کتابوں میں سب سے بہترین وجید کتاب کتاب البخاری ہے۔

حقائق کے مقابلہ میں اوہام

اِن حقائق کے مقابلہ میں سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی کی اُس تقریر و تنقید کا کیا وزن رہ جاتا ہے جو انہوں نے برکت علی ہال کراچی میں کی تھی، آفتاب عالم تاب کے مقابلہ میں بھلا شپرہ چشم کے فیصلہ کا کیا اعتبار ہوگا۔ مولٰنا مودودی صاحب یوں گوہر فشاں ہوتے ہیں :۔

"بخاری جس کے بارے میں اصح الکتاب بعد کتاب اللّٰہ کا جملہ کہا جاتا ہے حدیث میں کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں" (بحوالہ الاعتصام ۲۷ مئی ۵۵ء)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب بخاری کی احادیث میں غیر صحیح روایتوں کو بھی داخل شدہ تصور فرماتے ہیں، اور چھ سات ہزار کے عدد سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں کہ بھلا چھ سات ہزار حدیثیں سب کی سب کس طرح صحیح ہوسکتی ہیں؟ ہمارے علامہ کو چھ سات ہزار حدیثوں کی صحت وحفاظت پر تعجب ہو رہا ہے، حالانکہ امام بخاریؒ کو تو ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد تھیں، چھ سات ہزار پر کیا منحصر ہے ؎

تو اے گروِ تو ہم شوکت دریا چہ میدانی
اسیر عذر تنگی وسعت صحرا چہ میدانی

صحت بخاری پر اجماع اُمت

اب اس جگہ ہم امام بخاریؒ کے دعوئ صحت جامع صحیح بخاری کے متعلق ثقہ عادل محقق وناقد ائمہ کی گواہیاں پیش کر رہے ہیں، آپ گواہوں کی عدالت وجلالتِ شان کو دیکھئے اور پھر ان کے وہ بیانات پڑھیئے جو انہوں نے امام بخاریؒ کی جعلسازی کے بغیر اپنے اپنے زمانے میں (امام بخاریؒ کے مابعد) جامع صحیح بخاری کی جمیع احادیث مندرجہ کی صحت کے بارے میں دیئے ہیں، اگرچہ یہ فہرست بہت طویل ہے، لیکن :۔

"مشتے نمونہ از خروارے" حاضر خدمت ہے، اِن بیانات سے مودودی صاحب کا صحیح بخاری کی جمیع احادیث کی صحت کا انکار غلط ثابت ہوجائیگا اور اُن جلیل الشان ائمہ کی تصدیق وتوثیق کے مقابلہ میں اُن کی یہ تنقید علمی دنیا میں واہِ ولاشیئ کا درجہ پائے گی۔ خیر اب گواہوں کا بیان پڑھئے :۔

شاہدین عادلین کے بیانات

(۱) حافظ ابن الصلاحؒ نے لکھا ہے :۔

"اَنَّہٗ لَمْ یَضَعْ فی کتابہ الا الاحادیث التی وجد عندہ فیہا شرائط الصحیح المجمع علیہ"۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص) یعنی امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح بخاری میں صرف ان حدیثوں کو رکھا ہے جن میں صحیح کے وہ تمام شرائط پائے گئے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔

(۲) حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے :۔

"فالاجماع حاصلٌ علیٰ تسلیم صحّتہ"۔ (شرح نخبہ)

یعنی صحیح بخاری کی صحت پر امت مرحومہ کا اجماع واتفاق ہو چکا ہے۔

(۳) امام نسائیؒ جو توثیق وتضعیف رواۃ کے معاملہ میں دارقطنی، ابن حبان، ابن معین، ابن مدینی، ابن عدی کی طرح امام الناقدین فی الحدیث کے لقب سے یاد کئے گئے ہیں وہ جامع صحیح بخاریؒ کے متعلق اِس طرح فرماتے ہیں :۔

"اجود ھٰذہ الکتب کتاب البخاری واجمعت الامۃ علیٰ صحّۃ ھٰذین الکتابین ووجوب العمل باحادیثھما۔

(بقیہ [illegible])

یعنی بخاری جس کا درجہ سب سے بڑھ کر ہے امت مرحومہ نے اس کی صحت پر اور ساتھ ہی مسلم کی صحت پر اتفاق کامل کیا ہے اور ان کی حدیثوں پر عمل کرنا واجب ٹھیرایا ہے۔

(۴) شیخ ابوالفتح قشیریؒ فرماتے ہیں:۔

"اتفاق الناس بعد الشیخین علی تسمیۃ کتابیھما بالصحیحین" (ارشاد الساری)

یعنی بخاری و مسلم نے اپنی کتابوں کو صحیح نہیں ٹھیرایا، بلکہ تمام لوگوں کا (مراد علماء امت) صحیحین کے صحیحین کہے جانے پر اتفاق ہے یعنی سب نے اس کی صحت روایات پر اتفاق کیا ہے۔

(۵) حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:۔

"اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع ما فیھما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع"

(حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص۱۳۴)

یعنی صحیحین (صحیح بخاری و مسلم) کے متعلق تمام محدثین امت کا اس پر اتفاق ہے کہ بخاری و مسلم کی متصل مرفوع حدیثیں تمام کی تمام صحیح ہیں۔

(۶) مولانا احمد علی سہارنپوریؒ فرماتے ہیں:۔

"واتفق علی ان اصح الکتب المصنفۃ صحیحا البخاری ومسلم واتفق الجمھور علی ان صحیح البخاری اصحھما صحیحا واکثرھما فوائد" (مقدمہ بخاری ص۲)

یعنی علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری اور مسلم ہے اور نیز اس پر بھی جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ صحیحین میں سے پھر صحیح بخاری صحت میں بڑھ کر ہے اور زیادہ فوائد کی جامع ہے۔

(۷ و ۸) ہندوستان کے ایک مشہور و محقق عالم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ ہیں جن کے فضل و کمال کے اعتراف میں ایک مصری عالم نے یہاں تک کہدیا ہے:۔

"لو حلفت انہ اعلم من ابی حنیفۃ ما کذبت"

(حیات انور ص۳۱۷)

کہ اگر میں اس بات پر حلف اٹھاؤں کہ یہ شخص (مولانا سید انور شاہ) علم میں ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر ہے تو میرا حلف قطعاً جھوٹا نہ ہوگا۔

انہوں نے بھی صحیح بخاری کے متعلق لکھا ہے:۔

کہ حافظ ابن الصلاح، حافظ ابن حجرؒ (جنکی گواہیاں پہلے گذر چکی ہیں) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، شمس الائمہ سرخسی وغیرہ اجلہ محدثین و محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیثیں سب صحیح ہیں اور صحت و ثبوت کے لئے قطعی و یقینی ہیں۔ (فیض الباری شرح بخاری)

(۹) مولانا سید محمد انور شاہؒ کشمیری بخاری کی صحت اور احادیث کی قطعیت سے متعلق لکھا ہے، سند توثیق ثبت کی ہے، لکھتے ہیں۔ "انّ رائُھم ھو الرائ"

یعنی ان علماء و محدثین کا یہ فیصلہ میرے نزدیک بھی صحیح فیصلہ ہے۔

(۱۰) مصر کے ایک بڑے ممتاز و معروف علامہ احمد بن محمد شاکر (شارح مسند احمد بن حنبلؒ) ہیں، وہ لکھتے ہیں:۔

"ان احادیث الصحیحین صحیحۃ کلھا لیس فی واحد منھا مطعن ولا ضعف" الباعث الحثیث" (ص۲۲)

یعنی بخاری و مسلم کی حدیثیں تمام کی تمام صحیح ہیں نہ ان میں سے کوئی ضعیف ہے اور نہ کسی حدیث میں کوئی طعن، اور اعتراض کی بات ہی ہے۔

اب اس کے بعد ہم امام الائمہ جبل الحفظ امیر المومنین فی الحدیث، راس المحدثین فی القدیم والحدیث امام بخاریؒ کی صحیح بخاری کی مقبولیت سے متعلق بھی کچھ باتیں عرض کرتے ہیں، کیوں کہ اس "مقبولیت عامہ" "وتلقی امۃ بالقبول" کا واحد سبب بھی جامع صحیح بخاری کی صحت ہے، یہ "تلقی امۃ بالقبول" بجائے خود بھی محدثین کے نزدیک صحت کے لئے

ایک معتمد علیہ پیمانہ ہے۔

تلقی امت بالقبول (یعنی) مقبولیتِ بخاری

(۱) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:-
"قدم صحیح البخاری علی غیرہ من الکتب المصنفۃ ثم صحیح مسلم لمشارکتہ للبخاری فی اتفاق العلماء علی تلقی کتابہ بالقبول" ایضاً (شرح نخبہ)

یعنی بخاری و مسلم میں اگرچہ درجہ بخاری کا مقدم ہے لیکن باعتبار صحت کے دونوں متساویۃ الاقدام ہیں، کیوں کہ صحیح بخاری کی طرح صحیح مسلم کو بھی علماء امت نے بالاتفاق ہاتھوں ہاتھ لیا، اور قبول کیا۔ یہی حافظ صاحب ان دونوں کتابوں کی افضلیت و مقبولیت کے سلسلہ میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:-
"والاجماع حاصل علی ان لھما مزیۃ فیما یرجع الی نفس الصحۃ۔" (شرح نخبہ)

یعنی صحیحین کی حدیثوں کی صحت ہی کی وجہ سے ان دونوں کی ترتیب و فضیلت (اور مقبولیت) پر اجماع حاصل ہو چکا ہے۔

(۲) حافظ ابن الصلاح ایک بحث کے ضمن میں لکھتے ہیں:-
"لکن اتفاق الامۃ علیہ لازم من ذلک لاتفاق الامۃ علی تلقی ما اتفق علیہ بالقبول۔" (مقدمہ ابن الصلاح)

یعنی وہ روایات جن کی تخریج پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا ہو وہ متفق علیہ کہلاتی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف بخاری و مسلم نے اتفاق کیا، بلکہ پوری امت کا اتفاق مراد ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی روایات کے قبول کرنے پر امتِ مسلم کا اتفاق (تلقی بالقبول) حاصل ہے۔۔

(۳) تلقی بالقبول کے سلسلہ میں اس واقعہ کا ذکر کرنا بھی اس جگہ کچھ ناموزوں نہ ہوگا جو امام بخاریؒ کے مشہور ترین راوی و شاگرد فربری کی روایت سے منقول ہے، فربریؒ لکھتے ہیں کہ جامع بخاری کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ خود امام بخاریؒ سے بلاواسطہ جامع صحیح بخاری کا درس نوے ہزار آدمیوں نے حاصل کیا جس میں سے تنہا اب میں رہ گیا ہوں صحیح البخاری تسعون الف رجل حالانکہ معاصرت سبب منافرت ہے لیکن باوجود اس کے یہ حال تھا کہ بڑے بڑے محدثین نے امام بخاریؒ سے درس حاصل کیا، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ امام ابن خزیمہؒ اجلہ محدثین اسی فہرست میں شامل ہیں۔
(مقدمہ بخاریؒ)

بہرحال جامع صحیح بخاری کی صحت پر اتفاق اور جمہور اُمت کے تلقی بالقبول کا حال جب آپ پڑھ چکے تو اس سے آپ پر یہ خود روشن ہوگیا ہوگا کہ صحیح بخاری کی صحت اور مقبولیت اور اس کے راویوں کی عدالت و ثقاہت محدثین کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اور یہ کہ جامع صحیح بخاریؒ کی صحت کسی شک و شبہ کی چیز نہیں۔ پس اس سے مولانا مودودی صاحب کا استکبارِ نفس اور تخفیفِ بخاری اور اس کی صحت میں تشکیک کے تمام خود ساختہ، غیر سنجیدہ جملے خود بخود مردود و مسترد ثابت ہوگئے کسی نے کیا اچھا لکھا ہے، ہم مولانا سے صحت بخاری کے بحث میں وہی عرض کرتے ہیں، شاعر کہتا ہے ؎

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند ٭ از ہر چہ "فہم" رنگ نہ گیرد "حیا" کنند
در بحث کہ غیر خموشی علاج نیست ٭ بر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند

اجماع علی صحت البخاری کے ان روشن حالات کے نقل کرنے کے باوجود ہم چاہتے ہیں کہ مختصراً یہ بھی عرض کردیں کہ امام بخاریؒ کی جامع صحیح کو اصح کتاب بعد کتاب اللہ البخاری کا مرتبہ کیوں کر حاصل ہوا؟ اور یہ کہ امام بخاری کے اُن راویوں کا کیا مقام ہے جن سے امام بخاریؒ نے تخریج کی ہے آیا کوئی راوی ضعیف بھی ہے کوئی راوی مجروح بھی ہے، کوئی راوی غیر عادل، غیر ثقہ، غیر صدوق بھی ہے، اور جب ہم یہ ثابت کردیں گے کہ کسی راوی پر طعن و جرح ثابت نہیں، اصول روایات میں ضعف نہیں، تو مولانا مودودی کا نظریہ بخاری میں غیر صحیح روایات کی موجودگی کا اس طرح سے بھی مندفع و مسترد ہو جائے گا۔

(باقی باقی)

قسط دوم:-

مقام جامع صحیح بخاریؒ

(از مولٰنا عبدالرؤف صاحب رحمانی)

تعدیل رواۃ بخاریؒ

امام بخاریؒ کا طریقہ ہے کہ اُصول روایات اور اس کے ساتھ شواہد و متابعات بھی لاتے ہیں، اصولی روایات سے متعلق حافظ ابن حجرؒ ہدی الساری میں لکھتے ہیں کہ صاحب صحیح (امام بخاریؒ) کا جامع بخاری میں کسی راوی سے تخریج کرنا اس بات کو مقتضی ہے کہ وہ راوی عادل "ثقہ" صحیح الحافظہ ہے اور یہ بات اس راوی کو حاصل نہیں جس سے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں تخریج نہیں کیا، پس جو راوی صحیحین میں مذکور ہیں، ان کی تعدیل پر جمہور کا اتفاق ہے۔ الفاظ یہ ہیں:- من خَرَّجَ عنہ فی الصحیح فھو بمثابۃ اطباق الجمھور علی تعدیل من ذُکِرَ فیھما۔

(ہدیُ الساری اول فصل تاسع)

اِسی بنا پر شیخ ابوالحسن مقدسیؒ کہا کرتے تھے کہ جس شخص کی صحیح بخاری میں تخریج کرلی گئی، وہ پل کے پار ہوگیا، یعنی اب اُس پر کسی اور کی جرح کا اعتبار نہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں یقول فی الرجل الذی یخرج عنہ فی الصحیح ھذا اجاز القنطرہ یعنی بذلک لایلتفت الی ما قیل فیہ۔

(ہدی الساری فصل تاسع)

متابعات و شواہد کے رواۃ

جن راویوں سے امام بخاریؒ نے تعلیقات و متابعات میں تخریج کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق اس طرح رقم فرمایا ہے کہ اگرچہ متابعات و شواہد کے رواۃ کے درجات ضبط و حفظ کے تفاوت کے اعتبار سے مختلف ہیں، مگر "صدق" کا لقب بہر حال ان کو بھی شامل ہے (یعنی ضبط و حفظ کی کمی کے سبب اگر کسی نے ضعف کا طعن کیا ہو تو کیا ہے مگر اس سے امام بخاریؒ کی جامع صحیح پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا کیوں کہ باوجود اس کے ائمہ حدیث سے اُن کی صداقت و توثیق بھی ثابت ہوتی ہے اس لئے صدق کا لقب بہر حال زائل نہیں ہوسکتا)۔

تعدیل بخاری کا مقام

حافظ ابن حجرؒ اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں:-

پس اگر متابعات و شواہد کے راویوں کے متعلق کسی امام کی جرح یا طعن ہوگا تو وہ نامقبول ہوگا کیوں کہ یہ امام بخاری کی تعدیل کے مقابلہ میں ہوگا، جب تک جرح مفسر نہو، اس لئے کہ اماموں کے اسباب جرح مختلف ہوتے ہیں، بعض اسباب جرح طعن کے ہیں اور بعض نہیں، حافظ کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں:- اذا وجدنا لغیرہ فی احد منھم طعنا فذلک الطعن مقابلٌ لتعدیل ھذا الامام فلا یُقبَلُ (ہدی الساری فصل تاسع)

اِس سے معلوم ہوا کہ غیروں کے طعن و جرح امام بخاریؒ کی تخریج و توثیق کے بعد نامقبول ہوں گے کیوں کہ امام بخاریؒ کی تخریج ہی اس راوی کی توثیق و تعدیل کی بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے

جرح مفسّر

مولٰنا عبدالحی فرنگی محلی "الرفع والتکمیل" میں لکھتے ہیں۔ وَاَمَّا الجَرحُ فانہٗ لایقبلُ الا مفسرا مبینا السبب الجرح۔ یعنی جرح وہی قبول ہوگی، جس میں جرح کے اسباب بیان کر دیئے گئے ہوں، اس لئے کہ لوگ اسباب جرح میں مختلف ہیں، بعض جرح ایسی بھی ہوتی ہیں جس میں واقع میں کوئی جرح کی چیز نہیں ہوتی فلابد من

بیان سببہ لیظہر اھو خارج ام لا (الرفع والتکمیل ص۳)
اس لئے ضروری ہے کہ جرح کے سبب کو بیان کردیا جائے
تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ جرح فی الواقع ہے یا سرے سے وہ
کوئی جرح ہی نہیں۔

اس سلسلہ میں علامہ ابوالحسن حنفی سندھی شرح
نخبۃ الفکر کی شرح میں لکھتے ہیں:۔ ما احتج بہ البخاری
ومسلم من جماعۃ علم الطعن فیھم من غیرھما
فھو محمول علی انہ لم یثبت الطعن المفسر عندھما
وغیر المفسر لیس بمقدم علی التعدیل (شرح الشرح
لنخبۃ الفکر) یعنی تعلیقات و شواہد میں، بخاری ومسلم نے
اُن سے تخریج کیا تو معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ
کے نزدیک ان راویوں پر وہ طعن ثابت نہیں ہوا جس کو
واضح مفسر و مبین ہونا چاہئے تھا پس ایسی مبہم و غیر مفسر
جرحیں تعدیل پر ہرگز مقدم نہ ہوں گی بلکہ ایسی جرحوں پر
تعدیل ہی مقدم ہوگی۔

جرح غیر مفسر غیر مثبت کی ایک مثال

امام بخاریؒ کے رواۃ
میں سے ایک راوی منہال بن عمرو کوفی ہیں ان پر کسی نے
یہ جرح کی ہے کہ اخیر میں شعبہ نے اُن سے روایت ترک
کردی تھی، کیوں کہ کہا گیا ہے کہ شعبہ نے ان کے گھر سے گانے
کی آواز سُنی تھی، اب اس جرح کے متعلق دیکھنا یہ ہے کہ یہ
جرح ثابت بھی ہے یا نہیں، اور یہ جرح قادم بھی ہے یا نہیں؟
اول تو شعبہ کے گانا سُننے کا ذکر فعل مجہول "قیل" سے کیا
گیا ہے جو خود ضعف قول اور عدم جزم پر دلالت کرتا ہے،
دوم اگر ثابت بھی ہوجائے کہ ان کے گھر سے گانے کی آواز
آتی تھی تو اس سے خود اُن پر کیا جرح۔ سوم ہو سکتا ہے
کہ وہ گانا ترنم اور نغمہ حمد و نعت کا رہا ہو تو اُسے مذموم و
قبیح کیسے کہا جا سکتا ہے؟ صحابہ کرام تک اچھے اشعار
کو پڑھتے اور گنگناتے تھے۔ (سعادت و بیہقی وغیرہ)

چہارم یہ گانا (آواز سے اشعار کا پڑھنا) شیخ پر جرح کا موجب نہیں
چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے اس جرح کے جواب میں لکھا ہے:۔
وھذا الغناء لا یوجب (میزان الاعتدال ذکر منہال)
اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے ہدی الساری میں لکھا ہے:" فان
ھذا الغناء لا یوجب قدحا و بھذا لا یجرح الثقۃ"
(ہدی الساری فصل تاسع) یعنی یہ گانا شیخ کے اوپر موجب جرح
نہیں اور نہ اس سے ایک ثقہ شخص مجروح قرار دیا جا سکتا ہے۔
پنجم اس جرح غیر مثبت کے مقابلہ میں ائمہ و محدثین کی تصدیق
و توثیق موجود ہے، چنانچہ امام الناقدین ابن معینؒ نے ابن حبان
نے امام نسائی وغیرہ نے ان کو ثقہ لکھا ہے، محدث دار قطنی
وغیرہ نے "صدوق" کہا ہے۔ (تقریب التہذیب لابن حجر
اور تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ذکر منہال)

اس ایک مثال کے واضح کرلینے سے یہ امر اظہر من الشمس
ہوگیا کہ جرح جب تک مفسر مبین واضح و ثابت نہ ہو قابل قبول
نہیں اور یہ کہ ایسی غیر مثبت غیر مفسر جرحوں پر ائمہ حدیث کی
تعدیل و توثیق مقدم ہوگی۔

تخریج بخاری موجب تعدیل ہے

خلاصہ بحث یہ ہے کہ جب
امام بخاریؒ کسی ایسے مطعون راوی سے متابعۃً تخریج کریں،
جن پر کسی نے جرح کردی ہو، یا ضعف کا اطلاق کردیا ہو
تو اس کے تضعیف اور جرح کا اعتبار نہ ہوگا کیوں کہ امام
بخاریؒ کی تخریج دلیل ہے کہ وہ راوی ثقہ و عدول و صدق
کے لقب سے ملقب ہے۔ اور اس سے جرح مندفع ہے چنانچہ
ایک موقعہ پر حافظ ابن حجرؒ نے ابوعبداللہ حاکمؒ (محدث جلیل)
ایک ایسے ہی مطعون راوی کے معاملہ میں یہی فیصلہ نقل کیا ہے
"قال الحاکم اتفاق الشیخین علیہ یقوی امرہ"
(تہذیب التہذیب جلد ہشتم ذکر محمد بن طلحہ)
یعنی امام بخاریؒ، امام مسلمؒ کا اس راوی مذکور سے
تخریج روایت پر اتفاق کرلینا اس کے معاملہ کو قوی کردیتا ہے

یعنی ضعف و جرح کی بجائے شیخین کی تخریج کے سبب اس کی تعدیل ثابت ہوتی ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ امام مسلم کا کسی راوی سے روایت کا لینا اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

راوی پر جرح محض امام بخاریؒ کے متابعات و شواہد والی روایتوں کے لئے بھی کچھ ہارج نہیں، کیوں کہ اصولی روایات جن سے امام بخاری اصالۃً استدلال کرتے ہیں وہ احادیث معہ سند ہر جرح سے بالکل محفوظ و مامون ہیں اور متابعات کی یہ جرح و طعن بھی امام بخاریؒ کے نفس تخریج (موجب تعدیل) سے مندفع ہے، جیسا کہ ابھی قدرے تفصیل کے ساتھ اوپر معروض ہو چکا ہے۔ بہرحال راوی پر جرح کر دینا اور کچھ نہ کچھ طعن کر دینا تو امر دیگر ہے، لیکن اس کا ثابت اور قائم ہو جانا بالکل دوسری چیز ہے۔ ایسے حالات میں محدثین و محققین ناقدین کا ہی یہ منصب ہے کہ راوی کی اصل حقیقت کو بے نقاب کریں اور اسکی ثقاہت عدالت اور ضبط و حفظ کو واضح اور مبیّن کر دیں، اور جرح غیر ثابث کو اپنے کمال اور نقد رجال سے مندفع کر دیں، ایسے ہی ناقدین اور متبحرین فی الحدیث کی شان میں کسی نے خوب لکھا ہے ؎

اندرین "یم" ماہیان پر فن اند
"مار" را از سحر "ماہی" میکنند

یعنی علم حدیث کے بحر ذخار میں ایسے ماہرین و متبحرین موجود ہیں جو ان رواۃ کو جن کو لوگ صورۃً "مار" کے متشابہ (مطعون و پُر خطر) سمجھکر چھوڑ دیتے ہیں وہ ان ہی کو بحر حدیث کی شناوری و غواصی اور کمال نقد رجال کے سبب بجائے "مار" کے "ماہی" (غیر مطعون و بے ضرر) ثابت کرتے ہیں، اور "مار و ماہی" کے پردۂ تشابہ کو اٹھا کر حقائق کو بے نقاب کر دیتے ہیں (اور ماہی بے ضرر راوی بے خطر سے اخذ و استفادہ کی راہ کو سب کے لئے عیاں کر دیتے ہیں، اُن کی یہ باریک بینی و لطافت نظری وہ (یعنی نقد رجال و علیل کا وہ کمال) ہے جس کی حد تک پہونچ جانا ہر خاص و عام کا کام نہیں ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نقدِ حدیث ائمہ حدیث کا فن ہی

مودودی صاحب نے اسی تقریر مذکورہ بالا (۱۵ مئی ۱۹۵۵ء) میں یہ بھی کہہ دیا ہے کہ "کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ جس حدیث کو اُسے تحقیق سے صحیح جان لیا ہے، وہ دوسروں کو بھی مجبور کرے کہ اُس کی تحقیق کو قبول کریں ہر شخص تحقیق کرنے کا حق دار ہے۔"

(الاعتصام ۲۷ مئی ۱۹۵۵ء)

جریدہ فریدہ الاعتصام کے مدیر باتدبیر نے اس جگہ مولنا سے میٹھے انداز میں (جسپر بھی گالیاں کھائیں) اتنا خطاب کیا ہے کہ اس سے تو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا نخواستہ احادیث کی صحت ایسی ہے کہ ہر ہر شخص اس کو چیلنج کر سکتا ہے، گویا "تلقی بالقبول" جس کو محدثین نے صحت کے لئے ایک پیمانہ قرار دیا ہے وہ بھی کوئی چیز نہیں، نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث کی صحت و عدم صحت اُن کے نزدیک سراسر شخصی ہے اور کوئی (محقق و محدث) کسی کو کسی حدیث کی صحت اور قطعی الصحت ہونے کے فیصلہ پر مجبور نہیں کر سکتا تو ہم مولنا سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس طرز استدلال سے لوگ اس نتیجہ پر تو نہیں پہونچے کہ وہ جس کو صحیح سمجھیں گے، مانیں گے، اور جس کو صحیح نہ سمجھیں گے نہ مانیں گے۔ انتہیٰ

اس قل و دل جامع اشارات کے بعد ہم مزید کیا عرض کریں مگر اس قدر گزارش کئے بغیر چارہ نہیں، کہ مولنا کی تقریر کا یہ جزو بھی عدم تحقیق اور بے خبری پر مبنی ہے اور ناعاقبت اندیشی کا ضرر علیحدہ، شیخ سعدی نے کیا ہی سچ فرمایا ہے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

ہر شخص کو حدیث کے رد و قبول کرنے کا اختیار تو کجا بڑے بڑے علماء و فضلاء کو بھی یہ حق نہیں کہ آج اُن کی جرح و قدح کا کچھ اعتبار ہو، آج یہ چاہیں کہ تنقید و تحقیق کے کچھ اور معیار مقرر کریں اور حدیث پر از سرِ نو رد و قدح کریں اور پھر ان کے معیارِ تنقید پر اُتریں تو قبول کریں ورنہ ٹھکرا دیں، تو خود انھیں بھی ایسا کوئی حق نہیں ہے۔ آج بھی ناقدین حدیث، محدثین اور نقادانِ فن ہی کی تنقید و تحقیق کے منضبط اُصول کو پیش نظر رکھنا ہوگا، اور معلوم ہے کہ سارے نقاد محدثین و علماء ملت صحیحین (صحیح بخاری، صحیح مسلم) کی صحت و مقبولیت کا مسئلہ صدیوں پیشتر طے کر گئے ہیں اور جانچ پرکھ کر فنی تنقیدات و تحقیقات کے بعد صحیحین کی صحت اور تلقی اُمت بالقبول کا فیصلہ کر گئے تو آج کس طرح ہر شخص کو یہ حق ہو گیا کہ وہ ان تحقیقات اور بعد التنقید فیصلہ جاتِ اُمت کو از سرِ نو چیلنج کرے اور اُن کی تحقیقاتِ انیقہ کو کالعدم قرار دے کر صحت اور تنقید کے لئے کوئی اور معیار مقرر کرے۔

تنقید و تحقیق کا حق

رضاعت کے ایک واقعہ میں شارح ہدایہ نے امام بخاریؒ پر جو تنقید کی ہے، اس کے جواب و مدافعت کے موقعہ پر مُلّا علی قاری حنفیؒ نے کیا خوب لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:۔ "ثم لا عبرة بنقل صاحب النهاية ولا بقية شراح الهداية فانهم ليسوا من المحدثين" یعنی نہ نہایہ کے مصنف کی نقل کا اعتبار ہے اور نہ دوسرے شارحین "ہدایہ" کا اس لئے کہ یہ سب "محدثین" میں سے نہیں ہیں۔

اس جگہ سے یہ مستفاد ہوا کہ محدثین یا رواۃ حدیث و شیوخ پر جرح کرنے کے لئے نقادانِ فنِ حدیث یعنی محدثین کے قول کی ضرورت ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں:۔
"وان صدر من غير عارف بالاسباب لم يعتبر به" یعنی اس جرح کا اعتبار نہیں جو اسبابِ جرح و قدح کے ناواقفوں سے سرزد ہو، اس سے بھی معلوم ہوا کہ حدیث پر رد و قدح اور طعن و جرح کا اختیار ہر شخص کو نہیں دیا جا سکتا، نیز تنقید و تحقیق کے لئے ہر شخص کو آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا، اس کا تعلق صرف ماہرین فن سے ہے۔

حدیث پر رائے زنی محدثین کا منصب ہے

مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں:۔ "ولا تبادر بتقليد من لا يفهم الحديث واصوله ولا يعرف فروعه الى تضعيف الحديث وتوهينه بمجرد القول والجرح الغير المفسرة" (الرفع والتكميل ص۹) یعنی جو لوگ حدیث کو نہیں سمجھتے اور اس کے اُصول و فروع سے واقف نہیں ہوتے اُن کی تقلید جلدی سے اس امر میں نہ کرنے لگو کہ انہوں نے صرف اقوالِ مبہمہ اور جروح غیر ثابتہ سے حدیث کی تضعیف و توہین کر دی اور تم نے جھٹ سے مان لی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ وہ فقہاء جن کا خصوصی منصب حدیث میں توغل و انہماک و شغف کا نہیں ہے اور جو حدیث کے اُصول و فروع اور اس کے جملہ غوامض و علل سے واقف نہیں ہوتے خود اُن کو بھی حدیث کی تحقیق و تنقید، تضعیف و عدم تضعیف اور رد و قدح کا حق نہیں ہے، کیونکہ وہ نقادانِ فن میں سے نہیں ہیں، اس لئے اُن کو جرح مفسر اور جرح غیر مفسر میں امتیاز تام اور تبحر حاصل نہیں ہوتا۔ پس جب ناقدین حدیث اور محدثین کرام کے علاوہ فقہاء کرام کے اقوال "تضعیف حدیث" اور طعن و تنقید سے متعلق قبول نہیں کئے جا سکتے تو ہر کس و ناکس، اور ہر فرد بشر کو یہ کہاں حق ہے کہ وہ خود ہر حدیث کی تحقیق اور اپنی "عقل" سے جس کی چاہے تضعیف کر کے اس کو مسترد کر دے۔ پس جب صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیثوں کے "قطعی الصحت" اور خاص طور پر بخاری کے متعلق "اصح کتاب بعد کتاب اللہ" ہونے کا فیصلہ ناقدین حدیث اور متبحرین فی الحدیث کر چکے ہیں، تو اب کسی عامی اور کسی عالم کو

تضعیف وتوہین کا کوئی حق باقی نہیں رہا۔ پس مودودی صاحب کا ایسی مستند کتاب اور مسلمۂ اُمت جامع صحیح کے متعلق اِس قسم کے اختیار و آزادی کا حق دینا سراسر گمرہی اور الحاد و بیدینی کو ہوا دینا ہے۔ صدق من قال

"وکم من عائب قولاً صحیحاً ٭ وآفتہ من الفہم السقیم"

محدثین کرام اور تحقیق اسناد و روایات

ہمارے اسلاف کرام محدثین و ناقد محققین جمع و اخذ حدیث کے جن طریقوں، اور جن شرائط پر شدت سے کاربند تھے کتب اصول اور کتب اسماء الرجال کے تفصیلی مُطالعہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ ان کی تحقیقات بالکل مکمل و جامع الشرائط تھیں "تحقیق حدیث" "تنقیح و تنقید رجال" کے لئے جو مکمل طریقہ ان ناقد محدثین و محققین نے اختیار کیا تھا، وہ موجودہ زمانہ کے برائے نام "ریسرچ" سے کہیں اعلیٰ و افضل تھا "کھرے کھوٹے کی تمیز" "راوی کی علمی حیثیت"۔ "اس کے ماخذ در ماخذ کی دریافت"، "ضبط و حفظ"۔ "صداقت و عدالت" نیز دیگر "اخلاقی اُمور" وغیرہ کے متعلق جانچ پرتال کر کے جب تک اطمینان نہیں کر لیا گیا، محدثین نے عموماً اور مصنفین بخاری و مسلم نے خصوصاً کسی راوی کی روایت کو قبول نہیں کیا، اگر کوئی منصف انسان حدیث نبویؐ کے تحفظ اور صحت میں جو حزم اور احتیاط محدثین کرام نے برتی تھی، اس کا مقابلہ موجودہ زمانہ کی "تاریخ" سے کرے (جو عموماً اخبار و جرائد کے عمداً جھوٹ اور سرکاری دستاویزوں کے مکارانہ بیانات و تدلیسات پر مبنی ہوتی ہیں) اور موازنہ میں فکرِ سلیم سے کام لے تو اس کو ہماری دینی تاریخ، "علم حدیث" اور غیروں کی "تاریخ" میں وہی فرق نظر آئے گا جو زمین اور آسمان میں ہے، احادیث نبویہؐ کے تحفظات اور دیانت دارانہ روایات پر نہ دشمنوں کا حاسدانہ طعن وطنز پردہ ڈال سکتا ہے، نہ موجودہ زمانہ کے منکرین حدیث و امثالہم کی بے خبری، کم نظری، کج نگہی اس کی حقیقت کو چھپا سکتی ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حالی مرحوم نے محدثین کی تلاش روایات اور اُن کی تحقیق و تنقید روایات کے متعلق کیا خوب لکھا ہے، وہو ہذا ؎

گروہ ایک جویا تھا علمِ نبی کا ٭ لگایا پتہ جس نے کذبِ خفی کا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا ٭ نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملا کو چھوڑا
مشائخ میں جو قبح دیکھا بتایا ٭ ائمہ میں جو داغ نکلا جتایا

ناقدین حدیث

پس آج علمی اعتبار سے اِس تاریک زمانہ کی "نئی روشنی" والے اپنی "روشنی طبع"۔ "روشنی خیال" کے بل بوتہ پر ہمارے اسلاف کرام "محققین فن" و "ناقدین حدیث" و "شیوخ حدیث" کے مقابلہ میں کس کو اپنا "ہیرو" بنائیں گے، اور کس کی رہنمائی میں گم کردہ راہ ہوں گے؟ کہ ہمارے ناقدین اور ماہرین حدیث اور آج کے پرویز و برق میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ ضلّوا فاضلّوا ؎

چہ نسبت است بہ "رندی" صلاح وتقویٰ را
سماع وعظ کجا نغمۂ رباب کجا!

یعنی امام الناقدین "دار قطنی"۔ "امام نسائی"۔ "ابن عدی" "ابن مہندی"۔ "ابن مدینی"۔ "ابوزرعہ رازی"، "شعبہ"۔ "یحییٰ" "قطان" "ابن عیینہ" "ابن معین"۔ "ابن حبان"۔ "ابوداؤدؒ" "امام احمد بن حنبل" جیسے اجلہ محدثین و ناقدین و ماہرین فی الحدیث و سائر علماء کے مقابلہ میں آج کون ہے کہ اس کا نام ان لوگوں میں سے کسی ایک کے مقابلہ پر رکھا جائے اس لئے منکرین حدیث و مودودی جماعت از منکرین صحت بخاری سے میرا یہ خطاب عام ہے ؎

اولٰئک اٰبائی فجئنی بمثلہم
اذا جمعتنا یا جریرُ المجامع

عہ امام ابوداؤد نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے ابوداؤد کو مرتب کیا، اور چار ہزار آٹھ سو حدیثوں کو سنن ابوداؤد میں درج کیا (مراۃ الجنان للیافعی ج ۲ ص ۱۸۹) جو بقول امام ابوداؤد سب کی سب صحیح یا مشابہ صحیح ہیں (صفۃ الصفوۃ ج ۴ ص ۵) دیگر ائمہ کے حال کے لئے انہیں کتابوں کو دیکھئے، تفصیل کا موقعہ نہیں ٭

حافظ ابن حجرؒ، علامہ ذہبیؒ و بیہقیؒ و سیوطیؒ و ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ و ابن کثیرؒ و قاضی شوکانیؒ و شاہ ولی اللہؒ و مولانا سید نذیر حسینؒ و مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ و مولانا احمد علی سہارنپوری وغیرہم من اکابر السلف و الخلف آج تک صحت بخاری اور اصح کتاب بعد کتاب اللہ البخاری کے عقیدہ پر ہمیشہ سے متفق ہوتے چلے آئے ہیں پس آج ان تمام محدثین و علماء دین کے مقابلہ میں وہ کون ہے جسکو علم حدیث میں وہ تبحر اور حذاقت حاصل ہو جو فنی تنقید و تحقیق کے لئے از بس ضروری ہے اور جب یہ نہیں اور ہرگز نہیں تو اس کو اجماع امت پر سکوت کرنا چاہیئے اور تسلیم و رضا سے کام لینا چاہیئے۔ فادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین ط فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین ط ؎

جامع بخاریؒ کی تخفیف و توہین کی سزا:-

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالدہر بماند

کتاب جامع صحیح بخاری یا امام بخاری یا دوسرے ائمہ کے متعلق استکبار نفس، یا حسد یا عناد کی وجہ سے اگر کسی نے کچھ کہا یا لکھا تو اسے یقیناً دارین میں یا آخرۃ میں سزا ضرور مل کر رہے گی، ذیل میں نمونۃً علماء دین کی تجویز کردہ چند سزاؤں کا ذکر کیا جاتا ہے:-

(۱) امام مسلمؒ، امام بخاریؒ کو یا استاذ الاستاذین، اور یا سید المحدثین سے مخاطب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:-

"لا یبغضک الا حاسدٌ واشھد انہ لیس فی الدنیا مثلک" (مقدمہ بخاری صفہ ۳)

یعنی اے سب کے استاذ اور تمام محدثین کے سردار تم سے کوئی دشمنی گوارا نہیں کر سکتا مگر وہ شخص جسکو آپکے علم و فضل ضبط و حفظ کے معاملات میں آپ سے حسد و عناد اور بغض ہو،

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری یا ان کے جامع صحیح بخاری کی تخفیف و توہین یا تضعیف و تنقید ایک حاسد کا کام ہوگا یہ لقب "حاسد" وہ سخت سزا ہے جس کی بلا سے پناہ مانگنے کا حکم قرآن میں خاص طور سے دیا گیا ہے، پڑھیے:-

"قل اعوذ برب الفلق الی من شر حاسد اذا حسد"

بخاری کے حاسدین کی خدمت میں شیخ سعدیؒ کا ایک شعر اس موقعہ پر میں نذر کرتا ہوں ؎

بمیر اے حسود کین رنجیست
کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست

حاسدین کے متعلق یہ دو شعر بھی حفظ کے قابل ہیں ؎

الا قل لمن کان لی حاسداً
اتدری علی من اسأت الادب
اسأت علی اللہ فی فعلہ
لانک لم ترض مالی وھب

(۲) حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

"وانہ کل من یھون امرھما فھو مبتدعٌ متبعٌ غیر سبیل المؤمنین" (حجۃ اللہ ج ۱ صفہ ۱۳۳)

یعنی جو شخص بھی (چاہے وہ غلام احمد پرویز ہوں، تمنا عمادی ہوں، برق جیلانی ہوں یا مولانا مودودی ہوں) کتاب بخاری کی توہین کرے گا وہ بدعتی ہے؎ اور مسلمانوں کے طریقہ سے خارج ہے

پہلے بدعتی کی سزا ملاحظہ ہو:-

بخاری شریف میں ارشاد ہے:- "من احدث حدثاً او اوی محدثاً فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ عدلٌ ولا صرفٌ" (بخاری کتاب الجہاد باب اثم من عاھد ثم غدر جلد اول صفہ ۴۵۱)

یعنی جس بدعتی نے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی یا جس نے ایسے موجد بدعت کو ٹھکانا دیا، دونوں طرح کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی اور اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت و پھٹکار ہے اور ایسے بدعتی اور بدعت نواز کی نہ فرض نماز مقبول ہے نہ نفل،

؎ بدعتی سے یہاں مراد وہ عرف عام نہیں جو اہل بدعت کے لئے شائع و ذائع ہو چکا ہے بلکہ خارج از اہل سنت مراد ہے۔ ۱۲ ع

(بدعتی سے متعلق مزید تفصیل پھر کبھی)

(۲) اب متبع غیر سبیل المومنین کی سزا دیکھئے۔ قرآن میں بتایا گیا ہے:

ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم وساءت مصیراً۔ (سورۂ نساء)	یعنی جو شخص مسلمانوں کی سبیل و ملت سے الگ ہو کر دوسرے طرز و روش کا پیرو ہو گا تو ہم اسکو اس چیز کا والی بنائیں گے جس کا وہ بن رہا ہے اور ہم اسکو جہنم میں داخل کرینگے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

(۳) حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اپنے فتاوے میں لکھتے ہیں:۔

"کتب صحاح میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے جمع کرنے والے صحابۂ کرام اور بعد کو علماء مقبولین و محدثین رہے ہیں اور یہ اتفاق جمیع اسلام مقبول اللہ تعالیٰ کی ہیں جو شخص اِن کتابوں کو برا کہتا ہے اور توہین کرتا ہے گویا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے وہ شخص "فاسق"۔ "مرتد" بلکہ "کافر" اور ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔"

(فتاوے رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۳۰)

اِس فتوی میں بھی چند القاب وخطاب شاہ ولی اللہؒ کی طرح بخاری کی توہین کرنے والوں کو عنایت ہوئے ہیں، اِس فتوی میں صرف حق تعالےٰ کا ملعون لکھا ہے، اور بخاری کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ بدعتی آدمی حق تعالےٰ، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت کا مورد ہے، جامع صحیح بخاریؒ جسکی صحت پر اور مقبولیت پر علمی دنیا اور خاصکر علماء محققین اور محدثین کاملین کا اجماع و اتفاق ہے اس کی صحت کو مشتبہ ٹھیرانا، اس کی صحت کو چیلنج کر کے اس طرح کہنا کہ کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا نہیں کہہ سکتا کہ سب حدثیں صحیح ہیں، سرتاسر جامع صحیح بخاری کی تخفیف و توہین ہے اور اجماع اُمت کی توہین ہے، محدثین کے فیصلوں کی توہین ہے۔ توہین اِسی امر کا تو نام ہے کہ جو عیب کسی میں نہ ہو، وہ عیب اس میں نکالا جائے، تو بخاری میں عدم صحت کا عیب اور نقص نہیں پھر اس میں اس عیب کا نکالنا عدم صحت کے درپے ہونا، اس کی بلاشبہ توہین ہے، اب توہین کی سزا میرے لفظوں میں نہیں بلکہ امام مسلم، شاہ ولی اللہ وغیرہ کی رائے میں جو کچھ ہے وہ میں نے ان صفحات پر بڑے اختصار کے ساتھ پیش کردی ہے۔

ہمیں اپنے ناظرین سے انصاف کی اُمید ہے، کہ وہ جامع صحیح بخاری کی صحت کے بارے میں محدثین اور متبحرین ائمہ حدیث کی تحقیقات وفنی تنقیدات کے بعد ان کے اپنے قائم کئے ہوئے فیصلے (صحت بخاری) کو تسلیم کرینگے اور اسکو قطعی الصحت سمجھکر واجب العمل جانیں گے۔ کسی نے کیا خوب لکھا ہے ؎

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفےٰ برجان مسلم داشتن
گاہ از تذکار "مسلم" جاں نمودن ہست فیض
گاہ در شوق "بخاری" جاں متیم داشتن